بسم اللہ الرحمن الرحیم

سچ

قیمت سالانہ سے ۳

بیرون ہند سے ۶ شلنگ

قیمت ششماہی ۱۲

فی پرچہ ۱؍

نمبر ۴۹ | ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

"انتخابات" کا ہیجان خدا خدا کرکے فرو ہوا۔ صوبہ وار کونسلوں اور مرکزی اسمبلی، سب کے انتخاب ہو چکے۔ ووٹ دینے والوں کو تین سال کے لیے، سخت زحمت و کشمکش سے نجات ملی، سعی و پیروی کرنے والوں کو دم لینے کا موقع ملا، اور امیدواروں کے ہیجان کا پارہ اُتر کر اپنی طبعی حالت پر آگیا۔ آپ کے شہر یا بستی میں بھی چند ہفتے سخت ہماہمی رہی ہوگی۔ بہت ممکن ہے، کہ آپ خود دور رہے ہوں، ممکن ہے آپ کسی امیدوار کے خاص پیروکار رہے ہوں، کچھ نہ سہی، تو بھی آپ کی آنکھیں تو نہیں بند رہ سکتی تھیں، اس دلچسپ یا غیر دلچسپ تماشہ کی سیر تو بہرحال آپ نے کی ہوگی۔ اب جبکہ تماشہ گاہ پر پردہ گر چکا ہے، اور ذرا سکون و سنجیدگی کے ساتھ آپ کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہے، یہ ارشاد ہو، کہ اس سے آپ کی قوم اور ملک کو کس قدر فائدہ پہنچا؟ کتنی برائیاں اس ہنگامہ سے دور ہوئیں؟ کتنی بدیوں کی اصلاح ہوئی؟ کتنوں کے بچھڑے ہوئے دل مل گئے؟ کتنی نیکیاں ہر شخص کے نامۂ عمل میں بڑھ گئیں؟ کتنے فتنے فرو ہوگئے؟ کتنے سینے کدورتوں سے صاف ہوگئے؟ ملک کی دولت، اور قوم کی عزت میں کتنا اضافہ ہوگیا؟ یہ کچھ بھی نہ سہی، خود آپ کی دینی و دنیوی فلاح، مادی و روحانی ترقی کے کتنے زینے طے ہو کر رہے؟

مانا، کہ ان سوالات کے جواب میں بجز خاموشی کے آپ کچھ نہیں عرض کر سکتے، مانا، کہ آپ ملکی فلاح و قومی بہبود کے خانہ میں بجز صفر کے اور کچھ نہیں لکھ سکتے، لیکن کاش معاملہ اسی حد تک رہتا۔ آپ نے اگر کچھ حاصل نہیں کیا تھا، تو کاش کچھ ضائع بھی نہ کیا ہوتا۔ لیکن ذرا اپنے دل کو ٹٹولیے، اور اسی سے پوچھیے کہ مختلف امیدواروں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں سخت آزما ہونے میں اپنی اچھی خاصی تعلّی اور خودستائی کرنی پڑی یا نہیں؟ حریف کی بدگوئی، دلشکنی، دلآزاری، اور تحقیر کی گئی یا نہیں؟ راستی، شیریں زبانی، دیانت کا ہر موقع پر لحاظ رکھا گیا، یا بہت مرتبہ انکا اہتمام غیر ضروری سمجھا گیا؟ رشوت خوری، فریب دہی، اور ناجائز دباؤ کا قدم تو کہیں درمیان میں نہیں آیا؟ پرانی چپقلشوں اور گلہ شکوؤں کے بجائے قوم میں کچھ اور عداوتیں اور تفریقیں پیدا ہوگئیں یا نہیں؟ خود آپ نے جس کسی فریق کے حق میں کوشش و پیروی کی، آپ اپنے ضمیر و دیانت کی رو سے بھی اُس کی اہلیت و برتری کو تسلیم کرتے تھے، یا محض کسی کے ذاتی تعلق، مروت، دباؤ یا اپنے کسی نفع کی توقع کی بنا پر آپ یہ کارفرمائی کی؟

اگر ان تمام سوالات کے جواب میں آپ کا ضمیر مطمئن ہے، اور آپ نے وہی کیا ہے، جو آپ کو کرنا چاہیے تھا، تو آپ سے کوئی مزید سوال نہیں۔ لیکن اگر صورت حال خدانخواستہ اسکے برعکس ہے، تو ارشاد ہو، کہ "کل" کی باز پرس کے لیے آپ نے کیا جواب سوچ رکھا ہے؟ کیا وہاں بھی یہ لسّانیاں اور چرب زبانیاں، یہ دوستیاں اور خاطر داریاں، یہ مروتیں اور خندہ پیشانیاں، یہ رشوتیں اور خود غرضیاں، یہ موٹریں اور سواریاں آپ کو بچا لیں گی؟

اڈیٹر: عبدالماجد

ووٹ کا حق، اللہ کی طرف سے آپ کے ہاتھ میں ایک امانت تھا، اور اگر آپ صاحب اثر ہیں، تو یہ امانت بہت زیادہ قیمتی تھی، نہ ہو کہ کل آپ اس امانت میں خیانت کے جرم کی حیثیت سے اس بڑے دربار میں پیش ہوں، جہاں آج کے راجہ صاحب اور نواب صاحب، تعلقدار صاحب اور بیرسٹر صاحب، سیٹھ صاحب اور خان بہادر صاحب، چودھری صاحب اور شاہ صاحب، ڈاکٹر صاحب اور حکیم صاحب، وزیر صاحب اور لاٹ صاحب سب آپ ہی کی سے بے اختیار ہوں گے، اور بلکیں ثابت ہوں گے! اور بجائے آپ کے کام آنے کے، اُلٹے اُنکی دوستی آپ کے حق میں وبالِ جان ہو کر رہے گی!

گھر کی بربادی گھر والوں کے ہاتھ سے

مہاراجہ صاحب محمود آباد،

صدر جلسۂ عام مسلمانانِ لکھنؤ، کی جانب سے بالآخر یہ تار شاہِ انگلستان کے نام روانہ ہو ہی گیا، کہ آپ معاملاتِ حجاز میں مداخلت کیجئے، اور سلطان ابن سعود نے عام مسلمین کے لیے جو آزار دہ روش اختیار کی ہے، اُس سے اُنہیں باز رکھیے! اس قسم کی روایتیں مہینوں سے مشہور ہو رہی تھیں، مہاراجہ صاحب کا نام اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا تھا، اور پچھلے ستمبر میں حجاز کانفرنس کے نام سے سارے ہندوستان کا جو جلسہ لکھنؤ میں ہوا تھا، کہا جاتا تھا کہ یہ تجویز مسلمانانِ ہند کی جانب سے منظور کرائی جائے گی۔ اُس وقت برادرانِ علی برادران کی موجودگی کے باعث یہ تجویز پیش نہ ہو سکی، بلکہ غالباً خود مہاراجہ صاحب نے اپنی تقریر میں اس قسم کی تجویزوں سے اپنی بری الذمہ ظاہر کی تھی، لیکن افسوس ہے، کہ وہ ہی جلسے کے بعد مسلمانانِ ہند کی جانب سے نہ سہی، تو کم از کم مسلمانانِ لکھنؤ ہی کی جانب سے اس قسم کی درخواست روانہ کر دی گئی! لکھنؤ اپنی اس بدقسمتی اور بدنامی پر تعزیت و ہمدردی کا مستحق ہے۔

سلطان ابن سعود کی وعدہ خلافیوں، سختیوں، غلط کاریوں اور دل آزاریوں سے اب کون واقف نہیں رہا ہے؟ وفدِ خلافت نے اپنی رپورٹ میں پوری تفصیل و تحقیق کے ساتھ ان واقعات کو قلمبند کر دیا ہے۔ مسلمانانِ ہند اور مسلمانانِ عالم، جوں جوں باخبر و بیدار ہوتے جاتے ہیں، خود ہی اُنکی دلی نفرت سلطان کے خلاف ہوتی جا رہی ہے، ایسی حالت میں ایک ایسی حکومت کے تاجدار سے، جو صرف غیر مسلم ہی نہیں، بلکہ جنگی حکومت سے مسلمانانِ ہند ترکِ موالات کا عہد کر چکے ہیں، فریاد کرنا، اور اُسے امتِ اسلامیہ کے اندرونی مناقشات و معاملات میں مداخلت کی دعوت دینا، عقل، مصلحت، انصاف، شریعت، کسی لحاظ سے بھی جائز ہو سکتا ہے؟ سلطان کا تسلط حجاز میں لاکھ ناگوار ہو، لیکن کیا غیر مسلم مداخلت، برطانوی مداخلت سے بھی ناگوار تر ہو سکتا ہے؟

> نقشے سب سچ سہی قیامت کے
> لیکن آگے تمہارے قامت کے؟

مستحق صد داد و ہزار مبارکباد ہے مجلسِ مرکزی خلافت کمیٹی، جس نے اسی شہر لکھنؤ سے اپنے اجلاس منعقدہ ۵۔ دسمبر کو مسلمانانِ ہند کی جانب سے یہ سچا اور دلیرانہ اعلان شایع کر دیا، کہ سلطان کی زیادتیوں کے باوجود بھی، ارضِ حجاز میں مسلمان کسی غیر مسلم مداخلت کے ہرگز روادار نہ ہوں گے۔ اللہ اکبر! جس

دین کی آخری وصیت یہ ہو، کہ غیر مسلمین، اس پاک سرزمین پر قدم نہ رکھنے پائیں، اُسی کی امت آج غیر مسلموں، اور ان غیر مسلموں کو جن سے امتِ اسلامیہ سے جنگ چھڑی ہوئی ہے، نہ صرف قدم رکھنے کی، بلکہ مالکانہ و فرمانروایانہ حیثیت سے مداخلت و تصفیۂ معاملات کی دعوت دے رہی ہے! سلطان کی زیادتیوں کا علاج صرف ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے، اس صحیح طریقۂ علاج کو چھوڑ کر، اُنکی طرف دستِ سوال دراز کرنا، جنکی "دوستی" کا ایک بار نہیں، بارہا تجربہ ہو چکا ہے، اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاک کرنا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ ایسے "مہربان دوستوں" کے بعد پھر کسی "نامہربان دشمن" کی ضرورت بھی کب باقی رہ جاتی ہے؟

> ہوئے تم دوست جسکے دشمن اُسکا آسماں کیوں ہو؟

بیدادگروں کی دادرسی!

مدتوں کی غفلت کے بعد بالآخر چین نے جو کروٹ لی ہے، اور فرنگیوں سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کر کے اپنی خودداری کا جو ثبوت دینا شروع کیا ہے، اُسکے تذکرے، روزانہ اخبارات کے تاروں میں برابر آ رہے ہیں۔ خدا اس مظلوم قوم کو اسکی کوششوں میں کامیاب کرے۔ اسی سلسلہ میں نیوز آف دی ورلڈ (لندن) ۱۵۔ نومبر ۱۹۲۶ء کی ایک دلچسپ اطلاع یہ ہے، کہ بعض اہلِ چین نے خاص شہر لندن میں اپنا ایک مرکز دفتر معلوماتِ چین کے نام سے قائم کر دیا ہے، اور وہاں سے رسائل و اعلانات شایع کرنے شروع کر دیے ہیں، جن میں ہر ملک و قوم کے باشندوں کو خطاب کیا گیا ہے، اور یہ واقعات درج کیے گئے ہیں، کہ

"تو پدار انگریزی کشتیوں نے ۵۔ ستمبر کے سہ پہر کو بالکل بلاوجہ چینی بندرگاہ وانشین پر گولہ باری شروع کر دی۔ گولوں کی بارش مسلسل کئی گھنٹے ہوتی رہی۔ مکانات دھڑا دھڑ گرنے لگے۔ شہر بھر میں آگ لگ گئی۔ عورتیں اور بچے! یا تو زندہ جل مرے، یا پانی میں ڈوب گئے، اور یا پھر اُنکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑ گئے۔ ہزارہا جانیں، اور لاکھوں کروڑوں کا مال ضایع ہو چکا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ چند اور توپدار انگریزی کشتیاں وانشین پر ایک دوسرا حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو رہی ہیں۔ چین کے اندرونی سمندر پر برطانوی کشتیوں کے جو ظالمانہ حملے ہوتے رہے ہیں اُن میں یہ حملہ نمبر سب سے بڑھ گیا ہے۔"

اس پمفلٹ کے سرورق پر تصویروں کے ذریعہ سے اُس حیدرانہ نقصان کو واضح کیا گیا ہے، جو برطانوی سفینۂ حریت کے ہاتھوں ایک غیر مسلح آبادی کو اُٹھانا پڑا ہے۔

لیبر پارٹی کا ہفتہ وار سینسر ڈیلی ہیرالڈ (۱۳۔ نومبر) اپنی جماعت کے ارکانِ پارلیمنٹ پر زور دیتا ہے، کہ ان مظالم کی پوری تحقیقات کرائیں اور لکھتا ہے کہ یہ واقعہ اپنی نوعیت میں تو امرتسر کے جلیانوالہ باغ سے بھی بڑھ گیا! ایک طرف یہ سوالات ہیں، یہ مطالبات ہیں، یہ ماتم و فریاد ہے، دوسری طرف (اسی نیوز آف دی ورلڈ کی روایت کے مطابق) سرکارِ برطانیہ کی طرف سے یہ جواب ہے، کہ پولیس، اس مظلوم و محروم جماعت کا پتہ لگا رہی ہے جہاں سے ایسی باغیانہ "تحریریں شایع ہوتی ہیں"، اور ہر طرح اسکی زبردست کوششیں ہو رہی ہیں، کہ کم از کم انگلستان جنت نشان کی سرزمین

اس قسم کی زہریلی ہواؤں اور ناپاک فضاؤں سے بالکل پاک و صاف اور محفوظ ہو جائے گا! مشرقی شاعر نے "بیداری" کی انتہا یہ دکھائی تھی کہ

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں!

لیکن مغربی مدبر، محض خود ہی خاموش نہیں رہتا، بلکہ ماتم و فریاد کرنے والے کی زبان کو بھی خاموش، اور اس کے حلق کو بھی کاٹ کر سکتا ہے!

جنونِ عیش

وہ زمانہ گزر گیا، جب ہمارے دل بہلانے کے لیے ایک کتاب اور ستار، یا کچھ تماشائیاں اور بعض رنگین پرچے کافی ہوتے تھے، اب زندگی کے ہر شعبہ کی طرح ہماری تفریحی زندگی بھی اچھی خاصی تکلف و تصنع کی محتاج ہو گئی ہے۔ جہازراں کمپنیوں نے ہمارے اس مسخ شدہ ذوق کو دیکھ کر مدت ہوئی ہمارے لیے جہاز پر ایک روزانہ تازہ اخبار اور سفری ہوٹل کا انتظام کر لیا تھا، اب ہوائی جہازوں کی کمپنیاں بھی ہمارے اس ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کر رہی ہیں۔ چنانچہ جو ہوائی جہاز ۱۲۰ مسافروں کو لیکر انگلستان و ہندوستان کے درمیان پرواز کریگا، اُس میں نہ صرف نشستیں اور بستر ہی ہونگے، وسیع کھانے کا کمرہ، اور آرام دہ سونے کے کمرے ہونگے، بلکہ ناچ کے لیے ایک بینڈ کا بھی سامان ہوگا، ایک ڈرائنگ روم ہوگا، ہر سامان سے مکمل غسل خانہ ہوگا، اور ناچنے کا کمرہ بھی ہوگا۔ اب مرد و زن کسی سے بھی یہ توقع نہیں ہو سکتی، کہ ہندوستان تک سفر کرنے کیلئے کوئی اپنے شوق کی چیزوں کو چند روز کے لیے بھی ناغہ کر سکے، اور اس لیے ضیافت و رقص خشکی کے ہوٹلوں کی طرح فضائے ہوائی میں بھی جاری ہے۔ وہ زمانہ بیشک ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں، جب شکروں پر ہم سفر طے کرتے تھے، لیکن سوال یہ ہے، کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ ہے؟ یہ الفاظ کسی مشرقی واعظ، کسی ایشیائی "تاریخ داں" کی زبان سے نہیں نکلے ہیں، بلکہ یہ خلاصہ ہے لندن کے روزنامہ ویسٹ منسٹر گزٹ، مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء کے ایک ایڈیٹوریل کا! مغربی فیشن پر جان دینے والے ہمارے بھائی کیا اب بھی اپنے کان اور اپنی آنکھیں بند رکھیں گے؟ جو معاشرت فرنگیوں کے لیے وبالِ جان ثابت ہو رہی ہے، اور جس سے وہ خود اُکتا چلے ہیں، ہم اب بھی اسے اپنے حق میں آیۂ رحمت و مایۂ دولت سمجھے رہیں گے؟ جن نوالوں کو وہ اُگل چکے ہیں، انھیں کو ہم مزے لے لے کر چباتے رہیں گے؟

فطرت سے غداری

کوئی صاحب اپنے اخبار "جنگ" دہلی میں اپنی آپ بیتی جو مسلسل شائع کرا رہے ہیں، اس کی تازہ قسط میں ہندوستان سے جنوبی افریقہ تک کے بحری سفر کا حال لکھتے ہیں۔ اس میں ایک جگہ پر طوفان کا ذکر فرماتے ہیں:—

جب شمالی جاڑوں کے فاصلہ پر رہ گیا، تو ہمیں ایک سخت طوفان نے گھیرا۔ جنوبی دنیا میں دسمبر گرمی اور برساتی ہواؤں کا مہینہ ہے، اس لیے جنوبی سمندروں میں چھوٹی بڑی تند ہوائیں بہت عام تھیں۔ جس طوفان میں ہم پھنسے، وہ اتنا سخت اور طویل تھا، کہ مسافر خوفزدہ ہو گئے۔ ایک خوفناک نظارہ کا سامنا تھا۔ عام خطرہ کے احساس نے سب کو متحد کر دیا۔ مسلمان، ہندو، مسیحی، سب کے سب اپنے اختلافات بھول گئے، اور سب کے سب ایک اور اکیلے خدا کو یاد کرنے لگے۔ بعض نے مختلف نذریں ماننا شروع کر دیں۔ مسافروں کی دعاؤں میں کپتان بھی شریک ہو گیا، اس نے سمجھایا بھی، کہ اگرچہ یہ طوفان خطرہ سے خالی نہیں، لیکن وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر خطرناک طوفانوں سے گزر چکا ہے، اور مضبوط جہاز ہر موسم کا نباہ کر سکتا ہے۔ لیکن کسی کو اس سے تشفی نہ ہوتی۔ ہر لمحہ دراڑیں پڑ جانے اور سوراخ ہو جانے کی صدائیں آ رہی تھیں، اور جہاز یوں تھپیڑے کھا کھا کر لڑکھڑا رہا تھا، کہ اب ڈوبا، اور اب ڈوبا۔ ..... "جو خدا کی مرضی" بس یہی ہر زبان پر تھا۔ جہاں تک میری یاد کام کرتی ہے، یہ حالت ۲۴ گھنٹے تک تو رہی ہوگی۔ آخرکار سورج نمودار ہوا، مطلع صاف ہوا، اور کپتان نے کہا، کہ طوفان فرو ہو گیا۔ لوگوں کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے، اور خطرہ کے دور ہوتے کے ساتھ ہی خدا کا نام بھی زبانوں سے اُتر گیا۔ وہی کھانے اور پینے، وہی قہقہے لگانے کا پھر دور دورہ ہو گیا۔ موت کا خوف دور ہو چکا تھا، اور وقتی خشوع و خضوع پر پھر دنیا کا شوق غالب آ گیا۔

وہ ایک سچے بندہ کا مشاہدہ و تجربہ تھا۔ اب ملاحظہ ہو کہ دنیا کی سب سے زیادہ سچی کتاب، فطرت بشری کی کتنی سچی تصویر، ہر ملک، ہر قوم، اور ہر زمانہ کے لیے کتنے سچے لفظوں میں بیان کرتی ہے:—

حتّٰی اذا کنتم فی الفلک، وجرین بہم بریح طیبۃ و فرحوا بہا جاءتہا ریح عاصف وجاءہم الموج من کل مکان وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین، لئن انجیتنا من ہٰذہ لنکونن من الشاکرین۔ فلما انجاہم اذا ہم یبغون فی الارض بغیر الحق۔ (یونس۔ ع ۳)

..... یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو، اور خوشگوار ہوائیں انھیں لیکر چلتی ہیں، اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، کہ اتنے میں تند ہوا انھیں آ لیتی ہے، اور ہر طرف سے ان پر موجیں چڑھنے لگتی ہیں، اور انھیں یقین ہو جاتا ہے، کہ اب تو گھر گئے، تو اس وقت اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، اپنی فرماں برداری کو خالص اسی کے لیے کیے ہوئے، اور نذریں ماننے لگتے ہیں، کہ اگر تو نے نجات دلا دی، تو یقیناً ہم تیرے شکرگزاروں میں سے ہوں گے۔ لیکن جب اللہ انھیں نجات دے دیتا ہے، تو وہ پھر زمین پر ناحق اکڑنے اور فساد کرنے لگ جاتے ہیں!

کلامِ پاک میں تو صرف یہیں تک ارشاد ہے، کہ زمین پر ہو کر سرکشی شروع ہو جاتی ہے، پھر جو بدبخت انسان خشکی تک پہنچنے کا بھی راستہ نہ دیکھیں، بلکہ وہیں سمندر ہی میں، سا خطرہ کے دور ہوتے ہی، فطرتِ سلیم سے غداری کرنے لگیں، اور اللہ سے اپنے سارے عہد و پیمان بھلا بیٹھیں، انھیں انسان کہنا بھی لفظِ انسانیت پر ظلم کرنا ہے!

"گیارہویں شریف" فرنگی قوموں میں!

اکثروں کو معلوم ہوگا کہ جب سے جنگِ عظیم ختم ہوئی ہے، انگلی سالانہ یادگار منائی جاتی ہے کہ گیارہویں مہینہ (نومبر) کی گیارہویں تاریخ کو ٹھیک گیارہ بجے دن کو ہر کاروبار بحکم سرکار دو منٹ

کے لیے بند کر دیا جاتا ہے، اور دو منٹ تک ساری دنیا پر سناٹا طاری رہتا ہے، کامل سکوت و سکون قائم رکھنے کا حکم ہے۔ گیارہویں مہینہ کی گیارہویں تاریخ کے گیارہویں گھنٹہ کی جو اہمیت مد نظر رکھی گئی ہے، اس کے لحاظ سے اس تقریب کو اگر "سرکاری گیارہویں" کا لقب دیا جائے، تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ لیکن یہ دو منٹ کی خاموشی کا حکم ہے، اس وقفہ میں بجائے مقتولین جنگ پر فاتحہ خوانی پڑھنے کے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ اس "خونی گیارہویں" کے سبب اعداد و شمار پر غور کر لیا جائے۔ اس ہولناک جنگ سے دنیا کے سرمایہ جان و مال دونوں کو جو نقصان عظیم پہونچا، اُس کے اعداد "ڈیلی ہیرلڈ" (۱۱۔ نومبر) سے لے کر درج ذیل کیے جاتے ہیں:-

مجروحین	مقتولین	ملک
۲۱,۲۱,۹۰,۷	۹,۳۳,۶۰,۲۳	(۱) برطانیہ
۱۳۰,۹۰,۰۰۰	۱۳,۹۳,۳۸۸	(۲) فرانس
۹,۴۷,۰۰۰	۳,۶۰,۰۰۰	(۳) اٹلی
۴۲,۰۲,۰۰۰	۲۰,۵۰,۴۶۶	(۴) جرمنی
۳۶,۲۰,۰۰۰	۱۲,۰۰,۰۰۰	(۵) آسٹریا و ہنگری
تعداد نہ مل سکے	۱۷,۰۰,۰۰۰	(۶) روس
—	۳,۳۵,۷۰۶	(۷) رومانیا
۴۴,۶۸۶	۱,۲۰,۱۶۲	(۸) بلجیم
۱,۳۳,۱۴۸	۱,۲۶,۵۲۵	(۹) سرویا
۵,۷۰,۰۰۰	۳,۰۰,۰۰۰	(۱۰) ترکی
۱,۵۲,۳۰۰	۱,۰۱,۲۲۴	(۱۱) بلغیریا
۲,۰۵,۶۹۰	۱,۱۵,۶۶۰	(۱۲) امریکہ
۱۳,۷۵۱	۷,۲۲۰	(۱۳) پرتگال
۱,۳۵,۰۰,۵۸۱ (۱	۷۸,۵۰,۴۹۱	میزان

(۱) روس و رومانیہ کے اعداد کو قریب دو کروڑ کے ہو جاتے ہیں)

یہ اتلاف نفوس کا تخمینہ تھا۔ مالی نقصان کے لحاظ سے کل ممالک پر اس کا تخمینہ ۸۰ ارب پونڈ (یعنی ۹ کھرب روپیہ!) کیا جاتا ہے۔

ان مہیب و ہولناک اعداد قتل و غارت کے باوجود، خاتمہ جنگ سے آٹھ سال گذر جانے کے بعد، برکات صلح و آشتی پر ہزارہا مواعظ و مقالات کے شایع ہو چکنے کے باوجود، اسوقت بھی مہذب سلطنتوں کی مستقل فوجوں کی تعداد ۲ کروڑ ۰۰ لاکھ ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہے! اور مصارف جنگ و حرب کا سالانہ بجٹ آج بھی امریکہ کا ۱۱ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ کا، اور ہماری سرکار دولتمدار کا اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ۱۲ کروڑ پونڈ (ایک ارب ۸۰ کروڑ روپیہ) کا ہے! جو قومیں آج بھی جنگ پر اس قدر حریص ہوں، جو آج بھی اپنے محکمہ جنگ پر روپیہ کو پانی کی طرح بہا رہی ہوں، جو آج بھی اپنے ہاں سپاہیوں کو عظیم الشان تعداد میں بھرتی رکھے ہوں، اُنھیں کوئی حق ہے، کہ وہ خاتمۂ جنگ پر مسرت و اطمینان کا اظہار کریں؟ انکے ہاں تقریب مسرت تو خاتمۂ جنگ کی نہیں، ابتدائے جنگ کی ہونی چاہیے۔ جو بد نصیب قوم دنیا میں اپنی خونریزی و جنگجوئی کے لیے بدنام ہے، اس غریب کی تقریب یا ندم شریف کی ساری نیاز طلبی اتنی ہو کہ کچھ نذر شیرینی منگا کر ایک صبح، جو بزرگ کے نام نامی پر نیاز کر دی، یا بہت ہمت کی، تو کچھ دیر کے لیے محفل سماع گرم کر لی۔ لیکن جب با اقبال و ہنرمند قوموں کی آسمانی کتاب میں "تلوار کھینچنا" کسی صورت میں بھی جائز نہیں بتایا گیا ہے، اُنکی تقریب "گیارہویں" کا جشن صرف یوں ہی انجام پا سکتا ہے، کہ تلواروں سے گلے کا کام توپوں کی گرج سے، سازنگی کا کام مشاق ٹیمیں ڈائنامیٹ، اور بم کے گولوں سے دھماکے کریں، اور اہل وجد کی جگہ انسانی لاشوں کی ڈھیاں اور دھجیاں تڑپتی نظر آئیں!

وزیر ہند کی شیریں زبانی

"ایک اجنبی حکومت کا زر خرید" - "روس کا مجنون اور مصری غلام" "روس کا مرغی زدہ غلام" - "روسی شعبدہ کا بازیگر" - "اپنے روسی آقاؤں کے روپیہ کی مدد سے اپنے ملک کی ایک بڑی انجمن تجار کو خرید لینے والا" - "لک جیسے شخص کو ہم پورا مزہ چکھا دینگے" "روس وہ طاعونی مرکز ہے جہاں سے کیڑے پھیل پھیل کر ساری دنیا میں وبائے انقلاب پھیلا رہے ہیں" - "اس ملک کے آقاؤں کا غلام لک"

یہ وہ الفاظ ہیں، جو وزیر ہند لارڈ برکنہیڈ جادو بیانے شروع نومبر میں اپنی ایک تقریر میں، جو انجینیرز کلب (لندن) میں ارشاد فرمائی تھی، اپنے سیاسی حریف مسٹر سے بے لک سے متعلق ادا فرماتے ہیں! مسٹر لک انگلستان کی سیاسی زندگی میں ایک بڑی جماعت کے مستقل لیڈر ہیں، اور اسوقت اُنکے کے کان کنوں کی ہڑتال انھیں کی رہنمائی میں ہو رہی ہے، یہ الفاظ ان کے بابت وزیر ہند صاحب اپنی تقریر میں ارشاد فرماتے ہیں، اور ساری تقریر اسی رنگ میں ادا فرماتے ہیں۔ یہ صرف نمونہ نقل کر دیا گیا۔ ہندوستان میں، جو لوگ اپنے سیاسی معترضین کے الفاظ کی تاب نہیں لاتے، اور انھیں ایکدوسرے کے خلاف ہنگامہ آرا دیکھ کر دونوں فریقوں کو خاموش کر دینا چاہتے ہیں، کاش مہذب ملکوں کے مہذب رہنماؤں کی مہذب تقریروں پر غور فرمائیں! مغرب کی سیاسی زندگی اگر اختیار کرنی ہے، تو اُسکے خصوصیات بھی آکر رہیں گے اگرچہ چیزیں مشرقی مذاق پر ابھی بار معلوم ہو رہی ہیں، تو اسکی صورت صرف یہی ہے، کہ سرے سے مغربی تہذیب، مغربی سیاست، مغربی زندگی ہی سے اپنا پہلو بچایا جائے، ورنہ پھر تو کسی کو "قرو دیا" میں "تختہ ہند" کر کے ڈالدیا، اور خود ہی شور مچاتا ہے، کہ "خبردار، دامن تر نہ ہونے پائے!"

کرگہ اور چرخہ

گاندھی جی کو چرخہ سے جو شغف ہے، سب پر روشن ہے، ایک گروہ کی رائے ہے، کہ ہندوستان میں عالمگیر و دیہاتی تحریک بجائے چرخہ کے کرگہ کے لیے ہونی چاہیے۔ گاندھی جی "ینگ انڈیا" کی ایک پچھلی اشاعت میں ایک پورا مضمون اسی بحث پر تحریر فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہاں اپنے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

پہلے یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے، کہ ملک کی آبادی کا ۸۰ فیصدی حصہ زراعت پیشہ ہے۔ یہ کاشتکار، عموماً سال میں چھ مہینے بیکار رہتے ہیں، انکے لیے لازمی ہے، کہ علاوہ کاشتکاری کے کوئی اور پیشہ بھی کرتے رہیں۔ اب کرگہ کا حامی گروہ یہ کہتا ہے، کہ کپڑا بننے کی اُجرت بہ نسبت سوت کاتنے کے آٹھ گنی ہے، اس لیے بجائے اس کے کہ کوئی شخص ایک پیسہ کی مزدوری

بے پردگی

سچ کی برادری کے ایک عزیز مستند رکن، ضلع ہوشیارپور صوبہ پنجاب کے محمد انعام الحق صاحب ہیں۔ انکے دو طویل مراسلے جو انھوں نے مدیر سچ کے نام تحریر فرمائے ہیں، مختصر سے حذف اور خفیف لفظی ترمیم کے بعد درج کیے جاتے ہیں۔ مسئلہ کی اہمیت ایک مستقل و مبسوط بحث کی متقاضی ہے، جسکے لیے انشاءاللہ عنقریب فرصت نکالی جائے گی۔

ایڈیٹر

(۱)

قبلہ جناب مولانا صاحب — السلام علیکم

کئی ہفتہ سے آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن خدا جانے کیوں رکا رہا۔ اب اپنے ارادہ کو پورا کر رہا ہوں۔

مغربی تہذیب کا خوفناک دھارا کس طوفان میں تمام مسلمانوں اور مشرقیوں کی ہر اچھی چیز کو برباد کر رہا ہے وہ آپ پر روشن ہے۔ اس طوفان میں جو اسلامی رسمیں تباہ ہو رہی ہیں ان میں سے ایک "پردہ" بھی ہے۔ اسی کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پردہ کی مبارک رسم کو مٹانے کی جو جو تدبیریں ہو رہی ہیں وہ آپکے اور دوسرے بزرگان قوم کے سامنے ہیں۔ بظاہر یہ معاملہ شاید معمولی معلوم ہو مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مغربی آزادی کی یہ برکت بے پردگی پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اسکا انجام ان شرمناک اور اخلاق سوز مناظر پر ہوگا جو آجکل ممالک یورپ میں نظر آرہے ہیں۔ بہت سے اسلامی اور مشرقی ممالک کی عبرتناک مثالیں اس دعوے کی تائید میں پیش کیجا سکتی ہیں۔ آجکل غضب یہ ہو رہا ہے کہ ہر طرف سے آوازیں آنے لگی ہیں کہ پردہ کا اسلام میں کہیں نام و نشان نہیں، یہ محض ایک بیہودہ رسم ہے۔ میں آپ سے بمنت عرض کرتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے اسلامی اخبار میں شرعی اور عقلی دلائل دیکر پردہ کی حمایت میں ایک مدلل مضمون لکھیں۔ کم از کم اس سے یہ تو ہو جائے گا کہ پردہ کو خلاف اسلام کہنے والی بہت سی زبانیں بند ہو جائیں گی۔

ویسے تو مدت سے پردہ کو اڑانے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں لیکن آجکل غیر معمولی کوشش اور سرعت سے اس بارے میں کام ہو رہا ہے۔ ادھر چاروں طرف سناٹا ہے۔ ایک تو مسلمانوں میں ہی بہت سے آزاد خیال مرد اور عورتیں پیدا ہو گئی ہیں، دوسرے عیسائی، برہمو سماجی، دیو سماجی اور آریہ سماجی اس بارے میں خاص طور سے کام کر رہے ہیں۔ پنجاب میں آریہ سماجی ڈگریاں اس کام کے لیے وقف ہو رہے ہیں۔ انکے ایک ایک اخبار اور رسالہ کو دیکھیے سب میں کچھ نہ کچھ پردہ کے خلاف لکھا ہوگا۔ آریہ سماجی خواتین خاص طور پر مسلم خواتین کو پردہ کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ کر رہی ہیں۔ اور وہ وہ خفیہ کوششیں اور تدبیریں ہو رہی ہیں جنکا علم ہمارے بزرگوں اور علماء کے فرشتوں کو بھی نہ ہوتا ہوگا۔ میں نے اپنی زندگی کے گزشتہ چھ سال لاہور میں گزارے ہیں۔ وہاں ایک ہندو تعلیمگاہ یعنی دیال سنگھ کالج کا دو سال تک طالب علم رہا ہوں اور وہاں ہندو اور آریہ سماجی احباب سے خاص طور پر تعلقات رہے ہیں۔ جو کچھ عرض کیا ہے اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر عرض کیا ہے سنی سنائی باتیں نہیں۔

لاہور میں میں نے اسکے متعلق کچھ عملی کوشش بھی کی تھی اور اسکا نتیجہ اچھا نکلا تھا۔ مگر اس کام کو شروع کیے ہوئے چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ یکایک بیمار ہو گیا۔ حالت مایوسانہ تھی۔ اب رو بصحت ہوں لیکن بہت کمزور اور کام کرنے کے بالکل ناقابل۔ ورنہ خود بھی کچھ کرتا۔

آجکل جگہ جگہ خواتین کی تعلیمی کانفرنسیں اور جلسے ہو رہے ہیں۔ مدراس، بنگلور، اور بمبئی میں ہو چکی ہیں، دہلی اور دوسرے چند مقامات پر ہونیوالی ہیں۔ ان جلسوں میں پردہ کا سوال بھی اٹھ رہا ہے۔ اس لیے مکرر گزارش ہے کہ آپ اسکے متعلق بہت جلد ایک مدلل مضمون لکھیں اور دوسرے علماء اور رہنماؤں کو بھی توجہ دلائیں۔

چاردیواری کا مروجہ پردہ بے شک غیر شرعی اور نقصان دہ ہے۔ اور اسکو بہت بڑی حد تک نہ ہونا چاہیے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اسکو دور کرنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ تمام تر مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر ہو رہی ہیں۔ ہم اس پردہ کے نقائص اور اپنی ضروریات کو مغربی تہذیب کی عینک لگاکر دیکھ رہے ہیں اور یہ معاملہ عامیان پردہ کے لیے ایک پیچیدہ مسئلہ بن رہا ہے۔ امید ہے کہ اسکے متعلق بھی آپ اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

اب میں اپنے عریضہ کو ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری اس عاجزانہ گزارش اور طلب کا جواب عملی طور پر بہت جلد دیا جائیگا اور میری نگاہیں "سچ" کے دسمبر کے نمبروں میں پردہ کے متعلق اگر کوئی مضمون تلاش کریں گی تو انھیں مایوس نہ ہونا پڑے گا۔ اس عملی جواب سے پہلے اس عریضہ کے جواب کا بھی امیدوار ہوں۔

(۲)

قبلہ جناب مولانا صاحب — السلام علیکم

۲۲/۱۲ کا نوازشنامہ پیش نظر ہے۔ آپ کی بے پرواہانہ توجہ کا بہت مشکور ہوں۔ آپ بڑی خوشی سے میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو "سچ" میں نقل کر سکتے ہیں۔

بیشک "سچ" میں مغربی طرز معاشرت و آزادی نسواں پر تحریریں نکلتی رہتی ہیں۔ مگر حالات و واقعات کا تقاضا ہے کہ اس پر مستقل عنوان لیکر پر بھی بہت جلد لکھا جائے اور دوسروں سے لکھوایا جائے۔

آپ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ فتنۂ مغربی ساری دنیا پر محیط ہو رہیگا۔ مگر اس سے مجھے اختلاف ہے کہ ہماری تمام کوششیں ناکام رہیں گی۔ حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد کامیابی کی امید بہت کم رہ جاتی ہے۔ مگر یہ حالات بالکل مایوس کن نہیں ہیں۔ "پردہ" کے معاملہ ہی کو لیجیے۔ پردہ شکنی کی اس قدر زبردست کوششیں ہو رہی ہیں مگر بہت سے تعلیم یافتہ ہندو، مسلمان، سکھ، بلکہ بعض پارسی، اینگلو انڈین اور عیسائی مرد و عورتیں بے پردگی اور آزادانہ میل جول کے سخت خلاف ہیں اور اس وبا کو روکنا چاہتے ہیں لیکن ایک ہی مایوسی کا اور آزاد خیال انھیں کچھ نہیں کرنے دیتا۔ اگر ان تمام طاقتوں کو باقاعدہ اور صحیح طور

کام میں لایا جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو یہ تو ضرور ہو جائیگا کہ جس قدر وبائی رفتار کچھ سست ہو جائے گی اور بے پردگی کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے وہ کچھ دیر میں ہوگا۔ اور ہماری بد قسمت بہنیں وہ بہت سے دقائق اور حیا سوز تماشے دیکھنے سے محفوظ رہیں گی جو انکو بہت جلد نظر آنے والے ہیں۔

آہ ....! میں کس قدر حیران ہوتا ہوں جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش چالیس پچاس سال سے پردہ شکنی کی وبا ہندوستان میں پھیل رہی ہے لیکن ہمارے علمائے کرام اور بزرگ خاموش بیٹھے ہیں اور آج تک ایک بھی باقاعدہ، موثر، مسلسل اور صحیح کوشش اسکو روکنے کی نہیں کی گئی۔ اول اول جب یہ فتنہ اٹھا تو انھوں نے اسکو ایک جبر کہا۔ اور ایک نگاہ پر غرور سے دیکھ کر مسکرا دیئے۔ اب جب حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تو مرض کو لا علاج کہہ کر اپنی بے بسیوں، بد قسمتیوں اور نا رسائیوں پر ماتم کر رہے ہیں۔ مخالفین پردہ پردہ کو اڑانے کی جی توڑ کر انتھک اور شاندار کوششیں کرتے رہے اور اس راہ میں انھوں نے ان گنت قابل ذکر قربانیاں کیں۔ اگر ہم سے سوال کیا جائے کہ تم نے کیا کیا؟ تو اسکا جواب سوائے خاموشی اور ندامت ہمارے پاس کیا ہے؟ ہم نے کون سی کوشش کی تھی جسکا نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلا اور ہم مجبوراً مایوس ہو بیٹھے؟ اگر یہی مایوسی اور ناکامی کا خوف ہمیں روک رہا ہے، تو ہمیں حفاظت مذہب، اشاعت اسلام، اور اصلاح اخلاق کے تمام کام فی الفور بند کر دینے چاہیئیں۔ کیونکہ حالات کی بنا پر اگر اندازہ لگایا جائے تو یقیناً عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب خدا اور مذہب کا نام لینا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی بد اخلاقی بہت بڑی عزت و فخر سمجھی جائے گی۔

میرے محترم و قابل عزت بزرگ۔ خدا کے لیے کچھ کیجیے۔ تیرہ سو سالہ اسلامی تہذیب کا جنازہ نکلنے والا ہے۔ لوگوں نے خدا اور رسول کے پاک و مقدس احکام کو ضروریات، سیاسیات، اور نفسانی خواہشات کا کھلونا بنا لیا ہے۔ اس اسلامی تہذیب کے شاندار قصر کو جس کی بنیادیں ہمارے اسلاف کرام نے خدا جانے کیا کیا بیش بہا قربانیاں کر کے استوار کی تھیں، آج اسلام کے فرزند ہی انھیں اکھاڑ رہے ہیں کہیں زمانۂ مستقبل کا مورخ یہ نہ لکھے کہ جس وقت اسلامی تہذیب کا جنازہ نکلا۔ تو ایک شخص بھی اسکے ساتھ ماتم کرنے والا نہ تھا۔

اپنا ارادہ ایک مضمون "مسلم خواتین اور پردہ" کے عنوان سے لکھنے کا ہے۔ مواد جمع کر رہا ہوں۔ کم لیاقتی کی وجہ سے کبھی کبھی بہت ہار دیتا ہوں۔

اگر میری اس درد بھری پکار کو مولانا ظفر الملک صاحب، سید سلیمان صاحب ندوی، علمائے دیوبند، دیگر علماء و بزرگان ملک تک پہنچا دیں تو مجھ پر احسان ہوگا۔

(بقیہ صفحہ ۳ کرگہ اور چرخہ)

میں وقت صرف کرے۔ کیوں نہ ایسے اتنی ہی دیر میں وہ سوت کا ایک لچھا تیار کر دیا جائے۔ اسکے علاوہ ملوں سے مقابلہ کے لیے بھی کرگہ کے حرفہ کو ترقی دیتے رہنا ضروری ہے۔ چرخہ پر زیادہ زور دینا لوگوں کو کرگہ کی طرف سے غافل کر دیتا ہے اور ایک ناممکن مقصد پر ساری قوت کو صرف کر دیتا ہے۔

گاندھی جی ان دونوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اول تو کپڑا بننا مثل لوہاری اور بڑھئی کے ایک مستقل پیشہ ہے۔ چرخہ کی طرح کرگہ کی محض ضمنی اور ثانوی حیثیت رکھنا ممکن نہیں۔ کرگہ کے کام کے لیے ایک سے زیادہ آدمیوں، پھر مستقل وقت کی ضرورت ہوتی ہے اسی لیے یہ کبھی بھی ملک میں عالمگیر نہ ہو سکا۔ بلکہ جولاہوں کا ایک مستقل گروہ ہمیشہ الگ رہا کیا۔ پھر ہندوستان کو ہر سال ۱۰ ارب ۵۰ کروڑ گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کرگہ پر اوسطاً ۳ گز کپڑا ایک گھنٹہ میں بنایا جا سکتا ہے۔ اسلیے اگر ملوں کا کپڑا بالکل بند کرنا منظور ہے، تو کم سے کم زیادہ سے زیادہ صرف ۵۰ لاکھ اشخاص کی ضرورت ہوگی جو دو گھنٹے روزانہ کرگہ پر کام کریں، ملک کی بڑی آبادی پھر بھی خالی رہی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ۵۰ لاکھ اشخاص نہیں، بلکہ ۵۰ لاکھ خاندان اسی کام میں لگے رہیں گے تو پھر مزدوری کا جو حساب فی کس دو آنہ لگایا گیا تھا، وہ صحیح نہ رہیگا بلکہ اس دو آنہ کو بجائے فی کس کے خاندان بھر پر تقسیم کرنا ہوگا۔

اب اسکے مقابلہ میں دوسرا پہلو ملاحظہ ہو۔ چرخہ کی عالمگیری کے امکان کا تو سوال ہی نہیں، یہ ایک زمانہ میں سارے ملک میں رائج رہ چکا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اب تک اس کام کے جاننے والے موجود ہیں اور ہزارہا آج بھی اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں میں چرخہ چلا رہے ہیں۔ پھر تجربہ سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ ایک بننے والے کے کام کے لیے دس کاتنے والے ہونے چاہیئیں، اسلیے بجائے ۵۰ لاکھ کے اگر ۵ کروڑ کی تعداد اس کام میں لگی رہے اور اچھی آمدنی ہو کر اگر دو آنی یومیہ کا اضافہ کرتی رہے تو ملک کے لیے کس قدر مفید ہو سکتا ہے! کرگہ کے برخلاف چرخہ کا کوئی مستقل فن نہیں ہر شخص بڑی آسانی سے سیکھ سکتا ہے اور دو دن میں چلنے لگتا ہے۔ پھر چرخہ جب چاہا کاتا، جب چاہا چھوڑ دیا۔ پھر فرصت کے وقت میں اسے جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان سب امور کے علاوہ، اگر کاتنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو سوت کاتنے والی ملوں کو بھی ترقی ہوتی رہے گی اور نفع جو کچھ ہوگا وہ بجائے جولاہوں کے مالکان مل دکانداروں کی جیب میں جائیگا۔ کپڑے کی موجودہ گرانی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جولاہوں کو مل کا سوت جابجا دکانداروں کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اگر براہ راست چرخہ کاتنے والوں کے ہاتھ سے سوت ملا کرے تو خاصی کفایت ہو سکتی ہے۔

رہی یہ بات کہ دو گھنٹے کی محنت کی مزدوری چرخہ کے ذریعہ سے کل ایک پیسہ کی ہوتی ہے۔ سو اول تو یہ دعوے نہیں کہ ہر شخص اپنے زیادہ نفع بخش کام کو چھوڑ کر اسی کو اختیار کرے، بلکہ یہ تحریک تو ان لوگوں کے لیے ہے جو بیچارے اپنا وقت بالکل بیکاری میں صرف کر رہے ہیں۔ شہر والوں کو اسکا بالکل اندازہ نہیں کہ دیہات میں مفلسی کتنی زیادہ پھیلی ہوئی ہے۔ دیہات کے فاقہ کش بیچاروں کے لیے چرخہ ایک نعمت ہے۔ چرخہ کی تحریک جو اب تک عالمگیر نہیں ہو سکی ہے اسکا راز صرف یہ ہے کہ دیہات میں ابھی تک پوری طرح یہ پیام پہنچا نہیں ہے۔ مدتوں کی بیکاری نے انکی عقل و ہوش سب کو معطل کر دیا ہے۔ یہ بد نصیب فاقہ کر کے مر جائیں گے، لیکن ہاتھ پیر نہ ہلائیں گے۔ ان بیچاروں تک یہ پیام، اگر ترتیب اور اصل طبقہ کے ذریعہ سے منظم طور پر تازگی اور استقلال کے ساتھ پہنچ جائے، تو آج ہر گھر میں چرخہ چل سکتا ہے۔

نئی کتابیں

(۱) اسلامی خلافت کا کارنامہ، حصہ اول }
(۲) حصہ دوم } از حاجی موسیٰ خاں صاحب
جلد اول }

صفحات ۲۰۰ صفحے ۲۰۰ سے، قیمت علی الترتیب ۱۲ر، ۸ر
ملنے کا پتہ:- کوٹھی شرفت منزل - علی گڈھ

حاجی موسیٰ خاں صاحب رئیس دتاولی، علیگڈھ سے، دینی کاموں کے سلسلہ میں ملک میں اچھی طرح روشناس ہیں۔ کچھ روز سے اُنھوں نے اپنی دینی خدمات پر علمی افادات کا بھی اضافہ فرمایا ہے، جسکا نتیجہ اِن دونوں کتابوں کی شکل میں ظاہر ہو چکا ہے۔ حصہ اول میں یہ دکھایا ہے، کہ آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل، دنیا کس حالت میں تھی، اور مصر، عرب، چین، ہندوستان، ایران، فرانس، جرمنی، انگلستان، وغیرہ مذہبی و اخلاقی، دونوں حیثیتوں سے کس زوال و پستی میں پڑے ہوئے تھے۔ اسکے بعد دوسرے حصہ کا موضوع یہ ہے، کہ اسلام کا پیام لانے والے رحمت عالم نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ یہ دوسرا حصہ قدرۃً اُس نبی امی کے حالات کے لیے وقف ہے۔ اس حصہ کی صرف جلد اول ابھی شایع ہوئی ہے، جس کا نام بجا طور پر مولود ہمایوں رکھا گیا ہے، اور جس میں ولادت مبارک سے لیکر ہجرت مدینہ تک کے حالات درج ہیں۔ دونوں حصوں کا مطالعہ، ہر مسلمان، خصوصاً تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے مفید ہوگا۔ مولف کی کاوش قابل داد ہے۔ زبان بھی صاف و سلیس ہے۔

(۳) **خلافت کا پہلا خطبہ**۔ از حاجی موسیٰ خاں صاحب۔ ۸۰ صفحہ - قیمت ۴ر ملنے کا پتہ:- کوٹھی شرفت منزل - علی گڈھ۔

یہ رسالہ بھی حاجی صاحب موصوف کے افادات میں سے ہے۔ اس میں قرآن پاک کی مختلف آیات، خصوصاً قصہ حضرت آدمؑ مندرجہ سورۂ بقر کے ذریعہ سے روے زمین پر خلافت الٰہی کی مذہبی حیثیت کی دلنشین تشریح کی گئی ہے، اور اسکی اہمیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اسکا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

(۴) **خیر الزاد لسفر المعاد** - از مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم - ۱۲۰ صفحے - چھوٹی تقطیع - قیمت ۸ر ملنے کا پتہ:- دفتر اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ

مرحوم کی یادگار میں اُنکے معتقدوں نے ایک مجلس اشاعۃ العلوم کے نام سے قائم کی ہے، جسکا خاص مقصد مرحوم کی علمی یادگاروں کو زندہ رکھنا ہے۔ اسی کی جانب سے یہ رسالہ شایع ہوا ہے۔ مسائل نماز پر اُردو میں یہ ایک جامع رسالہ ہے۔ اوقات نماز، اقسام نماز، شرائط نماز، اور مسائل متعلقہ پر ایک مفصل و مبسوط بیان ہے۔ زبان سلیس اور صاف، عام اُردو خواں کو فائدہ اُٹھانے کا پورا موقع ہے۔

(۵) **القول المنصور فی زیارۃ القبور** - از مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم ۲۰ صفحے - چھوٹی تقطیع - قیمت ۱ر، دفتر اشاعۃ العلوم - فرنگی محل - لکھنؤ۔

زیارت قبور، آداب زیارت، ایام زیارت وغیرہ پر مولانا مرحوم کی ایک غیر مطبوعہ تحریر، جو اُنکے انتقال کے بعد اب پہلی بار شایع ہوئی ہے۔ مسئلہ ایسا ہے، جو شروع سے اب تک مختلف فیہ رہا ہے، اور ہر فریق نے پورے غلو کے ساتھ دوسرے فریق کا رد کیا ہے۔ مولانا مرحوم کی تحقیق بھی [illegible] ہے، اس لیے قدرۃً اس سے صرف معتقدین ہی کی جماعت مستفید ہو سکتی ہے، خصوصاً ایسی صورت میں، کہ جب بعض نازک اور اہم بحثوں کو محض مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی اور دوسرے غیر معروف مصنفین کا حوالہ دیکر ختم کر دیا گیا ہے۔

(۶) **ہدیۂ جلیلہ ترجمہ رسالہ سلیمانیہ** - از چودھری علیم الدین صاحب - ۱۱۵ صفحہ - تقطیع ۱۸×۲۲ - قیمت اور پتہ کہیں درج نہیں، غالباً شہید انصاری صاحب سے فرنگی محل لکھنؤ کے پتہ پر مل جائے۔

سرورق پر یہ عبارت درج ہے: "سلیمان بن عبد الوہاب نجدی کے مشہور رسالہ کا ترجمہ مع اصل"۔ لیکن درحقیقت یہ کتاب محض ترجمہ ہے۔ اصل کا شروع سے آخر تک کہیں پتہ نہیں۔ خدا معلوم سرورق پر اسقدر خلاف واقعہ بیان کیونکر شایع ہو گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کے ایک بھائی سلیمان بن عبد الوہاب تھے۔ دونوں بھائیوں کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ شیخ کے خیالات و مقالات جب شایع ہونے لگے، تو اُنکے بھائی نے بھی اُنھیں مخاطب کر کے ایک جواب لکھا، جسکا نام خود اُنکے نام پر سلیمانیہ پڑ گیا۔ اس میں شیخ کے عقائد کی مفصل تردید مصنف نے اپنے نقطۂ خیال سے کی ہے۔ ہدیۂ جلیلہ اسی رسالہ کا اُردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کی زبان زیادہ صاف نہیں پھر بھی غنیمت ہے۔ طبع و کتابت کی غلطیاں کثرت سے ہیں۔ جو لوگ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے رسائل و تعلیمات سے واقف ہو چکے ہیں، بہتر ہوگا کہ وہ اس رسالہ پر بھی ایک نظر کر لیں، تا کہ طرفین کے دلائل سامنے آ جائیں، اور موازنہ و محاکمہ میں آسانی ہو۔

افسوس ہے، کہ کتاب کے شروع میں جو چند صفحے مترجم کے قلم سے لکھے گئے ہیں، وہ کسی طرح ایک سنجیدہ تالیف کے شایاں نہیں۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کو "شیخ نجدی یعنی قرن شیطان" قرار دینا، اُنھیں ابو جہل اور قابیل سے تشبیہ دینا، اور سرزمین نجد کو "کارستان"، "آذرکدہ"، اور "ناپاک و خبیث خطہ" سے موسوم کرنا، یہی نہیں کہ پڑھنے والوں کو متانت و سنجیدگی کی طرف سے مایوس کر دیتا ہے، بلکہ مترجم صاحب کے مقصد اصلی یعنی "فتنۂ وہابیت" کو فرو کرنے کے بجائے اور اُبھارتا ہے۔

نئے خریداروں کو ہدیہ

سچ کے ولی قدر دان جناب مولوی نجم الحسن صاحب وکیل پرتاب گڈھ نے اپنے والد ماجد کے لاجواب میلاد شریف "تحفۂ حرم" کے کچھ نسخے ہمیں اس لیے مرحمت فرمائے ہیں کہ سچ کے ہر جدید خریدار کو ایک ایک نسخہ ہدیۃً دیا جائے۔ سچ کے وہ ناظرین جو ابتک خریدار نہیں ہیں، اُنکو اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

جو اصحاب تین روپیہ اخبار کے سالانہ چندہ کے اور ۴ر محصولڈاک کے لیے جلد سے جلد ارسال فرمائیں گے، اُنکے نام انشاء اللہ تعالیٰ تحفۂ حرم کا ایک نسخہ بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا جائیگا۔ اور اخبار تو سال بھر برابر پہونچتا رہے گا۔

مہتمم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

[illegible]

میلاد النبی صلعم

[illegible]

قیمت ۴ر

نغمۂ حرم

[illegible]

تاریخ عرب

[illegible]

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

[illegible]

کلید خزائن قرآنی

[illegible]

کشاف الہدی

[illegible]

قیمت عا

ترجمہ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو کے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی ... مکمل تصانیف کی فہرست معہ مروجہ قیمتوں کے ... بیان سال بسال شایع ہوتی ہے آج جب ... اردو کی کوئی عمدہ کتاب درکار ہو تو ... فہرست ضرور ملاحظہ فرمائیے

قیمت ـ ۱ ـ

مہتمم الناظر بک ایجنسی

علوم القرآن

[illegible]

بصائر القرآن

[illegible]

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت عہ

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت ۱۲

پیام امن

[illegible]

قیمت عہ

حقایق اسلام

[illegible]

قیمت عا

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت عا

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت عا

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible]

قیمت ۳

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

نامۂ بخشش

[illegible]

ملنے کا پتہ ـ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

باہتمام احقر الانام اسحاق علی علوی مالک و مہتمم الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہو